Lesson 3: Al-Isra (Ayaat 23- 35): Day 12 سُورَۃُ بنیِ اسرآئیل / الإسرَاء کی تفسیر

آیت 31 سے دیکھتے ہیں؛

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾

اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی در حقیقت اُن کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔۔

یہاں قتلِ اولاد کی بات کی گئی۔ سورہ نحل میں بھی بتایا گیا کہ تین طریقوں پہ اولاد کا قتل ہوتا تھا۔ اس میں معروف وجہ یہ تھی کہ اگر زیادہ بچے ہو جائیں گے، تو ہم انہیں کہاں سے کھلائیں گے۔ اولاد کا قتل کسی طور پر بھی اچھا نہیں لیکن جب اس سوچ سے ہو کہ یہ کھانے پینے میں شریک ہو جائیں گے، اور ہم افورڈ نہیں کر سکتے، تو یہ قتل کی بدترین قسم ہے۔ یہ بات اتنی اتنی بڑی اس لیے ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی "صفت رزاقیت" پر چوٹ پڑتی ہے۔ اللہ تعالی پر توکل کرنے سے انسان خود کو دور کر لیتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کہتے ہیں کہ کیا تم ان کے رزق کے ذمہ دار ہو۔ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی رزق دیتے ہیں۔ دیکھو؛ اپنے بچوں کو قتل نہ کرنا، اس لیے کہ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ان کو قتل کرنا خطائے کبیرہ ہے۔

جو اپنی اولاد کو قتل کر دے ایسے شخص کے بے حس ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک روایت ہے صحیح بخاری کی آپ نے فرمایا کہ شرک کے بعد جس گناہ کو سب سے برا قرار دیا وہ یہی ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کر دو کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ آج

اولاد کو پیدا ہونے سے پہلے ابارشن کے نام پر قتل کیا جاتا ہے۔ فیملی پلاننگ کے خوبصورت نعرے دکھائے جاتے ہیں اور جس کی وجہ سے بہتر تعلیم وتربیت کے نام پر، خواتین اپنے حسن کو برقرار رکھنے کے لئے ایسے جرم کرتی ہیں ایسے لوگوں کے لیے یہ بات بہت ہی زیادہ نصیحت لینے والی ہے کہ جب انسان اپنی اولاد کو ہی قتل کرلے گا تو باقی پیچھے کیا رہے گا۔ سورہ الانعام آیت 151 میں اس بات سے روکا تھا کہ قتل اولاد سے رک جاؤ اور خاص طور پر جب ابارشن کے نام پر نت نئے طریقے بنے۔ ابارشن کے طریقے میں بچے کو تیزاب کے ذریعے جلایا جاتا ہے، پھر ٹکڑوں کی صورت میں نکالا جاتا ہے۔ ان طریقوں سے کیا دل پر ہاتھ نہیں پڑتا کہ کس طرح اپنے وجود سے ایک بننے والی جان کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے۔ اگر دنیا میں آنے کے بعد اس کے ساتھ ایسا ہو تو پھر ماں کو کیسا لگے۔ لیکن خواہشات انسان کو جینے نہیں دیتیں۔ قتل اولاد کی بات کرکے ساتھ ہی زنا کی بات کردی کیوں کہ ان دونوں کا گہرا تعلق ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ ۔

دیکھو زنا کے قریب نہ جانا۔ کیونکہ یہ فحاشی ہے۔ یہ فحش کام ہے۔ یہ دل کا گناہ ہے۔ یہ وہ برائی ہے جس کا اثر دوسروں پر بھی آتا ہے۔ یہاں دو باتوں کو ایک ساتھ پیش کیا گیا جو دونوں چیزیں دیکھنے میں مختلف لگتی ہیں لیکن ایک چیز دوسری کا نتیجہ ہے۔ اور وہ دو چیزیں کیا ہیں زنا اور قتل!

پہلی بات کہی گئی لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہاں دیکھیں یہ نہیں کہا گیا کہ

لَاتَقۡرَبُوا الزِّنٰٓى زنانہ کرو۔ بلکہ زنا کی قربات سے منع کیا گیا۔ اس طریقے کو "سدِ ذرائع" کہتے ہیں۔

زنا کی طرف جانے والے راستوں کو ہی بند کر دو۔ اسلام کا یہ مزاج ہے کہ جس چیز کا بعد میں زیادہ نقصان ہونا ہو تو اس کی طرف جانے سے بھی انسان اپنے آپ کو روک لے۔ ان چیزوں میں سے ایک چیز زنا ہے۔ یہ کیا ہوتا ہے؟

یہ ایک غیر قانونی تعلق ہے۔ یہ شادی سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اور شادی کے بعد بھی۔ دونوں صورتوں کو اسلام نے فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا کہا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے راستے ہیں کہ جن کے ذریعے انسان زنا کے قریب جاتا ہے۔ ہر وہ چیز جو زنا کو انسان کے لیے آسان کر دے۔ سورۃ نور اور سورہ احزاب میں اس کی تفصیل آئے گی کہ وہ کون سے طریقے ہیں جو زنا کو آسان کر دیتے ہیں۔ یہاں آپ تنا سمجھ سکتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو انسان کے اندر شہوت بڑھائے، جس سے انسان ایموشنل ہو جائے، جس میں انسان محسوس کرے کہ اب اس کو اپنے نفس پر قابو پانا مشکل ہو رہا ہے، ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا کہ زنا کے قریب جانے والی چیزوں سے اپنے آپ کو دور کر لو۔ کیونکہ یہ عمل ایک دم نہیں ہوتا، اس میں بہت ساری چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ اور وہ انسان کو قتل جیسے کام کی طرف لے کر جاتی ہیں۔

صحیح بخاری کی روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں، کان بھی زنا کرتے ہیں، قدم زنا کرتے ہیں، دل تمنائیں لگاتا ہے، ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور اس کے بعد شرمگاہ ان ساری چیزوں کی یا تو تصدیق کر دیتی ہے یا تکذیب کر دیتی ہے۔ یعنی زنا کا اصل فعل یا تو ہو جاتا ہے یا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں انسان زنا کے قریب پہنچ چکا ہوتا ہے۔ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور آنکھوں کا زنا بری

چیز یا بری نظر سے دیکھنا ہے۔یعنی شہوت کی نگاہوں سے دیکھنا۔ آج یہ زنا کتنا عام ہے اور میڈیا نے اور سہولت کر دی کہ آنکھیں کھول کھول کر انسان کسی غیر کو دیکھتا رہے، چاہے وہ غیر مذہب ہے۔ انسان اس کے انجام کے بارے میں نہیں سوچتا۔

ہر وہ چیز جو انسان کو ایسی چیزوں کے قریب لے جائے، اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتے۔ عورتوں اور مردوں کا کھلے عام ملنا، عورتوں کا بے پردہ ہو کر بازاروں میں جانا، تصویریں، فحش فلمیں، لٹریچر، ہر وہ چیز جو انسان کو وقت سے پہلے جوان کر دے، یہ سب باتیں قرباتِ زنا میں آتی ہیں۔ اور یہی زنا کے راستے ہیں۔ یہی انداز حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیتے ہوئے اختیار کیا گیا تھا۔ جب جنت کی ساری نعمتوں کو حلال کیا گیا اور ساتھ ہی کہہ دیا گیا کہ لَاتَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَة، اس درخت کے قریب نہ جایئے گا۔ یہ نہیں کہا کہ اس درخت کا پھل نہ کھانا بلکہ کہا کہ اس کے قریب نہ جانا۔ قریب جانے سے اس چیز کا ڈر ہوتا ہے اور پھر انسان پھسل جائے گا۔ کوئی بھی انسان اگر خود کو ان چیزوں سے دور رکھنا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان سارے راستوں کو بند کیا جائے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ نگاہیں شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہیں۔

جب کسی کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو پھر ہی ساری چیزیں کھلتی ہیں۔ نگاہیں جھک جاتی ہیں تو باقی ساری چیزیں بیکار ہونے لگتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی چیز کو یہاں پیش کر دیا۔ زنا صرف اسلام میں ہی منع نہیں بلکہ عیسائیت اور یہودیت میں بھی اس کو منع قرار دیا گیا تھا بلکہ حرام کے درجے پر تھا۔ لیکن جب لوگ نفسانی خواہشات میں بڑھ جاتے ہیں تو وہ لوگ اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں کو من مانے طریقے سے بدلنے لگتے ہیں۔ یہاں زنا کی بات کر کے کہا گیا وَسَآءَ سَبِيۡلًا اور یہ بہت بری بات ہے۔ جب سے

ایبارشن اور فیملی پلاننگ جیسی چیزیں عام ہوئیں، زناعام ہو گیا۔ نفس پرست جب یہ دیکھتے ہیں کہ ہم زنا کر کے بھی محفوظ ہیں، تو اس میں کثرت ہو گئی۔ تا کہ سارے پریکاشنز لے کر اس کام کو کرو اور تم پر کوئی حرف نہ آئے، لیکن قیامت کے دن جب پول کھلیں گے تو انسان کہے گا یہ کیا کِیا، اور یہ کیسی چیزیں ہیں، کہ کیا کچھ کیا تھا۔ اگر دنیا میں اللہ تعالی نے لوگوں کی نگاہوں سے بچالیا تھا تو آج تو سب کچھ کھل جائے گا۔ چیز کو اللہ تعالی وَسَآءَسَبِیۡلًا کہہ دے تو وہ کتنی بُری ہو گی۔ یہاں دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو برا کیوں کہا۔ تو اس کی پانچ مختلف صورتیں سامنے آتی ہیں۔

1۔ زنا کی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کا نصب مشکوک ہوتا ہے۔ شک رہتا ہے کہ اس بچے کا باپ کون ہے۔

2۔ ایسے بچوں کے میراث کے جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

3۔ زنا کرنے والی عورت اگر شادی شدہ تھی تو بچے کے اخراجات اُس کے شوہر کے ذمے پڑیں گے۔ اور بلاوجہ ہی وہ اُسکی وراثت میں حصہ دار بن جائے گا۔

4۔ وہ عورتیں جو غیر شادی شدہ ہوتی ہیں، اگر اُن کے کئی مردوں کے ساتھ تعلقات ہوں تو مردوں میں باہمی رقابت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ بعض دفعہ قتل تک ہونے لگتے ہیں۔

تین چیزیں ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتی ہیں۔ جہاں زنا ہو گا، وہاں، ابارشن کثرت سے ہوں گے۔ وہاں قتل بھی ضرور ہو گا۔ اسی لیے ساتھ ہی تیسری چیز بیان کر دی،

۔۔وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ ؕ۔۔

۔۔ قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ،۔۔۔

کیوں کہ بعض دفعہ زنا کرنے والا اُس لڑکی کو مار دیتا ہے۔ بعض دفعہ گھر والے غیرت کے نام پر اُس آدمی کو قتل کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسے معاملات کے بعد خود کشی کر لی جاتی ہے۔اور بچے کا قتل تو ہوتا ہی ہے۔ فرمایا؛

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے، پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے، اُس کی مدد کی جائے گی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قتلِ حق اور قتل ناحق کیا ہوتا ہے؟

کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے کا قتل کرے۔ حتیٰ کہ انسان خود کشی تک نہیں کر سکتا انسان اپنی جان کا خود مالک نہیں ہے۔ یہ بھی ایسا ہی جرم ہے جیسے کسی دوسرے کو قتل کرنا۔ یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اسلامی حکومت ہو گی، تو قصاص حکومت لے گی۔ جان کے بدلے جان، یا زخم کا بدلہ زخم، مقدمہ عدالت میں پیش ہو گا۔ قتلِ حق ہمیشہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اسلامی حکومت سے متعلق ہوتا ہے۔ اس کی پانچ صورتیں ہیں۔

کون کس کو قتل کر سکتا ہے؟ کوئی انسان کسی انسان کو قتل نہیں کر سکتا۔ کون کریگی؟ اسلامی حکومت کرے گی۔ قتل کی پانچ صورتیں ہیں؛

1۔ اسلام کے راستے میں مزاحمت کرنے والوں کو۔ جہاد کی صورت میں یعنی جو آپ کے ملک پر حملہ کر رہے ہیں، یا مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں، جہاد جاری ہے, پھر حکومت کافر پر ہاتھ اُٹھا سکتی ہے۔ گھروں میں بیٹھے یارہ چلتے یا گرجوں میں بیٹھے ہوئے کافروں کو نہیں پکڑا جائے گا۔

2۔ قتلِ حق کی دوسری صورت ہے کہ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا قتل۔ یعنی باغی کا قتل۔

3۔ قصاص، یعنی کسی نے کسی کو مارا تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے۔

4۔ شادی شدہ مرد یا عورت یا دونوں اگر زنا کریں تو رجم کی صورت میں دونوں کو مار دیا جائے گا۔

5۔ مرتد، اسلام لانے کے بعد پلٹ جائے اور لوگوں میں فتنہ پھیلائے کہ اسلام اچھا مذہب نہیں ہے، اسی لیے میں نے چھوڑ دیا۔ کہا کہ اس سے پہلے کہ وہ اسلام کے لئے بُری مثال بنے، اسے قتل کر دیا جائے۔

یہ سارے قتل حکومت کے متعلق ہیں۔ انفرادی طور پر کوئی شخص کسی کا قتل نہیں کر سکتا۔ غیرت کے نام پر، برادری کے نام پر، قومیت کے نام پر، جرگے کے نام پر کوئی قتل نہیں کرے گا۔

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطٰنًا ۔۔ اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے،

یعنی مقتول کے ورثہ کے اختیارات کتنے ہیں، اختیارات ذاتی طور پر نہیں ہوتے، حکومت کی وساطت سے ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر وہ کہتا ہے کہ قصاص لے لیں تو حکومت قصاص لے گی۔ وہ خون بہا لینے پر راضی ہو تو خون بہا دیا جائے گا اور اگر وہ معاف کر دے تو معاف کیا جائے گا۔

اس سے پتہ چلا کہ قتل کے مقدمے کا اصل مدعی مقتول کا ولی ہوتا ہے، نہ کہ خود حکومت۔ ہمارے ہاں جو قانون تعزیرات ہے، اُس کے مطابق قتل کا مقدمہ مصالحت والا نہیں ہے۔ یعنی گھر والوں کا کوئی اختیار نہیں، اگر پولیس والوں نے کسی کو قتل کرتے ہوئے پکڑ لیا تو پھر حکومت اس پر مقدمہ چلائے گی، یا وہیں اس کو مارے گی۔ ایسا نہیں ہے، اگر وہ معاف کرتا ہے تو اسے معاف کر دے۔ اللہ نے ولی کو اختیار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آخری حد تک چانس دیتے ہیں اور ساتھ ہی فرمادیا کہ دیکھو قتل میں زیادتی نہ کرنا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قصاص میں زیادتی کی کون سی صورتیں ہیں۔ مثلاً اصل قاتل کی بجائے کسی دوسرے کو پھنسا دینا، یا اصل قاتل نہیں مل رہا تو اس کے رشتہ داروں سے قصاص کا مطالبہ کرے، یا پھر جانتے بوجھتے کسی دوسرے کو قتل کا ذمہ دار قرار دینا۔

ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ اگر حکومت مجرم کو قصاص کی صورت میں دوسرے کے حوالے کر دے تو بہت ہی زیادہ اذیت دینا اور اگر غصہ کم نہ ہو تو بعد میں اس کا مُثلہ کرنا یعنی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ یہ ساری چیزیں قصاص میں زیادتی کی ہیں۔

فرمایا؛ دیکھو اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا، اس کی یقیناً مدد کی جائے گی۔ یعنی حکومت اور معاشرے کے تمام لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مقتول کے ولی کی حمایت کریں۔ یہ نہیں کہ الٹا قاتل سے ہمدردیاں کرنے لگیں اور اس پر ترس کھائیں کہ چلو چھوڑ دو، اب اس کو معاف کر دو۔ اس طرح کبھی بھی ظلم ختم نہیں ہو گا۔ جس معاشرے میں یہ آیات لوگوں کو سکھا دی جائیں تو کیا وہاں اتنے قتل ہوں؟ خبریں پڑھنے والے جانتے ہیں کہ آئے دن کتنے قتل ہوتے ہیں کہیں مذہب کے نام پہ قتل، کہیں سیاست کے نام پہ

قتل، کہیں غیرت کے نام پہ قتل، کہیں قرض لینے پر پر قتل ایسے لگتا ہے کہ انسان کا خون پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

ایک انسان کتنے مرحلوں کے بعد جوان ہوتا ہے۔ اس کی ماں اسے کتنی مشکل سے پالتی ہے۔ ایک انسان اُسکو قتل کر دے، کیا یہ انسانیت ہے۔ ایک انسان کے قتل ہونے سے کتنی نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایک انسان کو قتل کرنا اللہ تعالی کے قہر کو بلانے والی بات ہے۔ جب قتل زیادہ ہوتے ہیں تو یقینا لوگ یتیم ہوتے ہیں۔ تو ساتھ ہی فرمادیا؛

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾

مال یتیم کے پاس نہ پھٹکو مگر احسن طریقے سے، یہاں تک کہ وہ اپنے شباب کو پہنچ جائے عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہو گی۔

اب یہاں یتیم کی بات آگئی کیونکہ جہاں قتل و غارتگری ہو گی اور دوسری بات ولد الزنا۔ وہ بچہ جسے بغیر شادی کے دنیا میں لے آیا جائے وہ بھی بیچاری یتیم ہی کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ کیونکہ اسے معاشرے میں کوئی بھی قبول نہیں کرتا۔ اگر کسی مرد نے رحم کھا کر اس بچے کی ماں سے نکاح کر بھی لیا تو وہ بچہ ہمیشہ ایک مسکین اور یتیم کی صورت میں پلتا ہے، جو خود کو فالتو ٹکرا سمجھ کے خود کو بیکار محسوس کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ یہ ساری چیزیں اللہ کی بنائی ہوئی دنیا میں نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا تم ان چیزوں سے خود کو بچاؤ۔ کسی یتیم کے مال پر نظر مت رکھو۔

سورۃ النساء آیات ایک سے چھ اور سورۃ الانعام آیت 152 میں بھی یتیم کے بارے میں بات ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ اُسی کو یاد کرواتے ہیں۔ یہ احکامات بار بار اس لیے آتے ہیں کہ ہم خود کو ٹٹولیں کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ جو بچے یتیم ہو جاتے ہیں اور جن کو زنا کی صورت میں قتل کیا جاتا ہے، یہ ایک قسم کا اخلاقی قتل بھی ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت نہ کرنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ جب انسان زنا کرتا ہے تو ایمان سائبان کی طرح اوپر معلق ہو جاتا ہے یعنی اس کے اندر سے ایمان نکل جاتا ہے۔ اور جب وہ اس کام سے فارغ ہوتا ہے تو پھر وہ واپس آتا ہے۔ یعنی زانی جب زنا کرتا ہے تو اُسکے اندر سے ایمان نکل جاتا ہے۔

ایک اور روایت کا مفہوم ہے کہ زانی، چور اور شراب پینے والا یہ کام ایمان کی حالت میں نہیں کرتا۔

ابنِ مسعود کی ایک روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے خون کے فیصلے کیے جائیں گے یعنی خون کیوں بہایا تھا۔ براء ابنِ اعظب کے حوالے سے ایک روایت ہم تک پہنچی کہ اللہ کی نظر میں مومن کے خونِ ناحق سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں۔ خلاصہ کیا ہے کہ انسانی جان محترم ہے۔ اس کو سنبھالا جائے گا۔ اگر کوئی اسے قتل کر دے تو بدلہ لینے میں مدد کی جائے گی۔ اگر قاتل کو کھُلا چھوڑ دیا جائے تو اس کے فتنوں سے معاشرے میں جینا دوبھر ہو جائے گا۔ ان ساری چیزوں کے بعد فرمادیا وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ، عہد کو پورا کرو۔ کیوں؟ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا. اس لیئے کہ تم سے عہدوں کے بارے میں سوال ہو گا۔ باز، پرس ہو گی۔ سورہ مائدہ کی پہلی آیت میں بھی آتا ہے. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ایمان والو اپنے عہدوں کو پورا کیا کرو۔ عہدوں کی پابندی کرو۔ یہاں عہد کی بات کر دی۔ کیونکہ وعدوں کو پورا کرنا ایمان کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ سورۃ الاعراف آیت 102، سورۃ

نحل آیت 91،92 میں بھی ہم عہد کی بات پڑھ چکے، کہ جب لوگ عہد پورا نہیں کرتے تو اس معاشرے میں جینا دوبھر ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے آپکو محفوظ نہیں سمجھتے۔ غیر یقینی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو ایک مسلمان اُمت کو یہ کام کرنے چاہیں۔ یہاں اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ کو اگر پیچھے کے حکم سے ملائیں تو پتا چلتا ہے کہ یتیم کی پرورش کو جو عہد کیا ہے، اُسکو پورا کرو۔ لوگ جذبات میں آکر کفالت کی ذمہ داری لے لیتے ہیں لیکن جب بعد میں حالات مشکل ہو جاتے ہیں تو پھر پیچھے ہٹنے لگتے ہیں تو کہا کہ نہیں؛ عہد پورے کرو۔ سورۃ مومنون کی آیت 8 میں مومنوں کی صفات میں بھی آتا ہے۔ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ ۙ‏ ﴿۸﴾ اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں۔ اب اس کے بعد کچھ باتیں جس کا تعلق مال کے ساتھ ہے۔

وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ ؕ ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ﴿۳۵﴾

پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو، اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔

ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اسلام ایک پر سکون معاشرہ بنانا چاہتا ہے۔ نہ کسی کی جان کو خطرہ ہو، نہ عزت کو، نہ مال کو خطرہ ہو۔ لوگ ایک دوسرے پہ اس طرح سے اعتبار کریں جیسے کوئی اپنی ذات پہ اعتبار کرتا ہے۔ جہاں ایسا معاشرہ ہو گا وہاں سکھ چین ہو گا۔

آج نفسا نفسی کی یہی وجہ ہے کہ آج وہ اخلاقیات ہی نہیں ہیں جو اسلام نے دیے تھے، اور آتے بھی کیسے، ان آیات کو تو ہم نے وظیفہ کے طور پر پڑھا اور جھوم جھوم کر ان کی تلاوت تو کی لیکن ان کے

الفاظ پر غور نہیں کیا اور ان کے معنی نہ سمجھے اور اگر معنی سمجھ بھی لیے تو عمل کو ضروری نہ سمجھا۔ اسی لیے فرمایا کہ جب تک دنیا میں رہتے ہوئے لوگ کو اُن کے حق نہیں دیتے، انصاف نہیں ہو گا۔ ناپ تول صرف چیزوں میں نہیں ہوتا بلکہ حقوق اور معاملات میں بھی ہوتا ہے۔ کاروبار میں بد دیانتی کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ قومِ شعیب پر جو عذاب آیا تھا اس کی وجہ ہی یہی تھی۔ اللہ تعالی ایسے شخص کے رزق سے برکت اٹھالیتا ہے۔ یہ اتنا بڑا جُرم ہے کہ اس بارے میں پوری ایک سورت ہے "سورۃ مطففین"۔ وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ﴿۱﴾ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ﴿۲﴾

تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے ﴿۱﴾ جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں ۔

یعنی جب لیں تو پورا لیں اور جب دیں تو کم دیں تو پھر ایسے لوگ انصاف نہیں کر سکتے۔ یہ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا کیسے ہے؟ آپ دیکھیں کہ ناپ اور تول پورا دینے میں ایسا لگتا ہے کہ انسان نے کوئی زیادہ نفع نہیں اُٹھایا۔ کم مال دیتا تو زیادہ پیسے ملتے لیکن آپ دیکھیں کہ اگر کوئی شخص دنیا میں ایسا معاملہ کرتا ہے تو اُس کے رزق میں برکت ہوتی ہے، پھر اُس کی ساکھ بن جاتی ہے۔ اُسکی تجارت بڑھتی ہے۔ لوگ اُس پہ بھروسہ کرتے ہیں۔ اسکے برعکس جو لوگ ڈنڈی مارتے ہیں تو وہ ایک دفعہ ایسا کام کریں گے تو کوئی دوسری دفعہ اُن کے پاس نہیں آئے گا۔ جو زیادہ پیسے لے لیتا ہے تو بعض دفعہ اُسے خیر سے محروم کر دیا جاتا ہے۔